جناب عبدالرشید عراقی تاریخ وسیر

امام بخاریؒ

کسی کی سرگزشت یا حالاتِ زندگی لکھنے کی غرض وغایت عام طور پر یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کے پڑھنے والے اپنی زندگی کو اس کے قول وفعل کے مطابق بنائیں اور اس کے حالاتِ زندگی کے مطالعہ سے عبرت حاصل کریں۔

محدثین کی جان توڑ سعی یہیں تک محدود نہ تھی کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلفاً اور جانشینوں کے بھی صحیح صحیح حالاتِ زندگی بحکم:

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ۔"

"لازم پکڑو میرا طریقہ اور میرے جانشینوں کا جو سیدھی راہ پانے والے ہیں۔"

جمع کر دیں۔ یہ سلسلہ یہیں تک محدود نہیں رہا بلکہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کل صحابہ کرامؓ کے حالاتِ زندگی مختصر طور پر لکھ ڈالے[1] علمِ رجال کا سلسلہ جو مسلمان محدثین کرام نے شروع کیا، اس کا اعتراف غیر مسلم مستشرقین نے بھی کیا ہے۔

ڈاکٹر اسپرنگر لکھتا ہے کہ:

"علمِ رجال پر مسلمان جتنا فخر کریں بجا ہے نہ ایسی کوئی قوم گزری اور نہ اب ہے جس نے مسلمانوں کی طرح ۱۲ سو برس تک کے علماء کے حالاتِ زندگی لکھے ہوں"

---

[1] اس باب میں اصابہ فی تمییز الصحابہ للحافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)، اسد الغابہ للعلامہ عزیز الدین ابن الاثیر الجزری (م ۶۳۰ھ) اور استیعاب للحافظ ابی عمر بن عبد البر الاندلسی القرطبی المالکی، (م ۴۶۳ھ) ایسی کتابیں ہیں، جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالاتِ زندگی مفصل اور مختصر ملتے ہیں۔ (عراقی)

ہمیں ۵ لاکھ مشہور عالموں کا تذکرہ ان کی کتابوں سے مل سکتا ہے۔ ؎۱

محدثین کی جماعت میں امام بخاریؒ کو جو خصوصیت حاصل ہے اس سے کون واقف نہیں۔ امام بخاریؒ وُہ شخص ہیں جنھوں نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت اور آپؐ کے صحابہؓ اور دیگر ناموران اسلام کے مستند اور صحیح حالاتِ زندگی جمع کرنے کا التزام کیا ہے اور اس مہتم بالشان کام کے لیے امام صاحب نے اپنی زندگی، دولت، آسائش، عافیت سب کچھ قربان کر دیا اور آپ اس میں اس قدر کامیاب ہوئے کہ اس سے تاریخ اسلام کا بچہ بچہ واقف ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ کو امام المحدثین اور امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے ملقب کیا گیا اور آپ کی پرکھی ہوئی حدیثوں اور جانچے ہوئے راویوں پر کمال وثوق کیا گیا۔ حتیٰ کہ آپ کی مشہور کتاب "جامع صحیح" کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کا خطاب دیا گیا۔

جفاکشی، محنت، علوہمتی، حزم واحتیاط، صدق و دیانت، تقویٰ، عدل وانصاف، خدمتِ خلق اور اشاعتِ علوم کی مجسم تصویر بن کر عالم کو نمونہ دکھلا دیا۔ اور اس کے ساتھ آپ نے جس طرح فقہ الحدیث کی تکمیل کی ہے ؎۲ اس سے بھی تاریخ اسلام کا ہر طالبِ علم واقف ہے۔

؎۱ سیرۃ البخاری، ص ۳۱ ؎۲ عام نظروں میں امام بخاری صرف محدث ہیں، اور محدثین سے متعلق یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ یہ بیچارے صرف جامع ہیں۔ فقہ واستدلال سے ان کو کوئی لگاؤ نہیں ہوتا بلکہ حدیث کا جامع ہونا کچھ ایسا عیب تصور کر لیا گیا ہے کہ اس کے ساتھ فقہ واستدلال کی خوبیاں بالکل جمع نہیں ہو پاتیں (علوم حدیث میں کم مائیگی کو چھپانے کے لیے یہ کتنی اچھوتی توجیہ ہے!) یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں نے محدثین کرام کو عطار اور فقہاء کرام کو طبیب (جانچ پڑتال کے ماہر) کہہ کر اپنی کمزوریوں کو چھپانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ان سب لوگوں کے لیے "صحیح بخاری" کا مطالعہ بہترین جواب ہے۔ اس کی اسنادی خوبیوں پر فی الحال غور نہ کیجئے۔ ابواب کی ترتیب دیکھیے۔ اس میں فقہ وتفسیر اور لغت وادب کا کتنا بڑا ذخیرہ پنہاں ہے۔ کتنی جامعیت ہے کہ فقہ کے ایک ایک سوال کو سامنے رکھا ہے اور قرآن وحدیث سے اس کے مقابلہ میں اپنے مسلک کی تائید فرمائی ہے۔ صحیح بخاری صرف حدیث کی کتاب نہیں ہے، اس میں تفسیر بھی ہے۔ فقہ واستدلال کے عمدہ نمونے بھی ہیں اور دقیق متکلمانہ بصیرت بھی!

(عراقی)

نام ونسب:

محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ الجعفی البخاریؒ کنیت ابو عبداللہ، امام المحدثین اور امیر المومنین فی الحدیث لقب، مغیرہ پہلے مجوسی تھے۔ والیٔ بخارا یمان جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اسی مناسبت سے انہیں جعفی کہا جاتا ہے۔ [1]

پیدائش اور ابتدائی حالات:

۱۳ شوال ۱۹۴ھ نماز جمعہ کے بعد پیدا ہوئے۔ صغر سنی میں امام صاحب کی آنکھیں خراب ہو گئی تھیں۔ بصارت جاتی رہی۔ اطباء علاج سے عاجز آ گئے تو امام صاحب کی والدہ نے، جو بڑی عابدہ اور صاحب کرامات تھیں[2]، کثرت سے دعا کرنا شروع کی۔ آخر ایک دن آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے کہ تمہاری کثرتِ دعا اور گریہ وزاری سے تمہارے بیٹے کی آنکھیں اللہ تعالیٰ نے درست کر دی ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ:

"جس شب کو میں نے خواب دیکھا، اسی صبح کو میرے بیٹے (محمد) کی آنکھیں درست ہو گئیں، روشنی پلٹ آئی اور وہ بینا ہو گئے۔" [3]

تحصیلِ علم:

امام صاحب کے والد اسماعیل کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا۔ اس لیے آپ کی نشو ونما آپ کی والدہ کے زیر نگرانی ہوئی۔ ۱۶ سال کی عمر میں آپ نے عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۰ھ) اور امام وکیع کی کتابیں حفظ کر لیں[4]۔ اس کے بعد ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ اور اپنے برادرِ اکبر کے ساتھ

---

[1] الطبقات الکبریٰ [2] مقدمہ قسطلانی [3] الطبقات الکبریٰ [4] حفظِ حدیث کا شوق آپ کو دس برس کی عمر میں پیدا ہو گیا تھا، عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ شوق بھی نشو ونما پاتا گیا اور ہمیشہ ترقی کرتا گیا کہ صحیح حدیثوں کو غیر صحیح سے الگ کریں، حدیثوں کے علل کو پہچانیں، رواۃِ حدیث کے حالات سے واقفیت پیدا کریں، ان کی عدالت، قوتِ ضبط، دیانت، صدق، طرزِ معاشرت، جائے سکونت، سنِ ولادت، سنِ وفات باہم لقاء وغیرہ سے کامل آگاہی حاصل کریں۔ سلسلہ روایات کو ایک دوسرے سے ملا کر ان کی جانچ پڑتال کریں اور ان کے اتصال وانقطاع پر عبور حاصل کریں۔ فنونِ حدیثیہ کو درجۂ تکمیل تک پہنچائیں حدیثوں سے مسائل کا استنباط کریں اور آیاتِ قرآنیہ کو احادیث پر تطبیق دیں۔ (عراقی)

مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ مکہ میں آپ کا قیام دو سال تک رہا۔ دو سال کے بعد امام صاحب کے بھائی اور والدہ بخارا واپس آ گئے۔ اور امام صاحب ۲۱۲ھ میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی اور اسی سفر میں آپ نے "قضایا الصحابہ والتابعین" اور "تاریخ الکبیر" کی تصنیف کی۔[1]

سماعِ حدیث کے لیے سفر:

امام صاحب نے سماعِ حدیث کے سفر کا آغاز ۲۱۰ھ میں کیا، آپ نے سماعِ حدیث کے لیے شام، مصر، جزیرہ، حجازِ مقدس، کوفہ، نیشاپور، بغداد، بصرہ، بلخ، ہرات اور رے کا سفر کیا کئی مقامات پر آپ بار بار تشریف لے گئے اور آپ کا قیام بھی خاصا عرصہ رہا۔[2] علم کے حصول میں آپ نے بڑی کلفتیں اور صعوبتیں برداشت کیں۔

اساتذہ و شیوخ:

امام بخاریؒ کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان کا اپنا بیان ہے:

"كَتَبْتُ عَلَى أَلْفٍ وَثَمَانِيْنَ نَفْسًا لَيْسَ فِيْهِمْ إِلَّا صَاحِبُ الْحَدِيْثِ"[3]

"میں نے ایک ہزار اسی (۱۰۸۰) آدمیوں سے احادیث لکھیں، اور یہ سب کے سب محدث تھے۔"

لیکن یہ مسلم ہے کہ امام صاحب کو امام اسحاق بن راہویہ، امام علی بن المدینی، ابن معین، اور ابراہیم بن الاشعث جیسے جلیل القدر محدثین سے سب سے زیادہ فیض پہنچا۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ اور آپ سے استفادہ کرنے والوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں سے آدمی آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ آپ کی مجلسِ درس کبھی مسجد میں، اور کبھی مکان پر منعقد ہوتی تھی۔ امام صاحب سے براہِ راست ۹۰ ہزار آدمیوں نے جامع الصحیح البخاری کو سنا۔[4] آپ کے تلامذہ میں بڑے عظیم المرتبت علماء اور محدثین عظام تھے۔

امام فربریؒ: (۲۳۱-۳۲۰ھ) یہ امام بخاریؒ کے ممتاز ترین تلامذہ میں سے ہیں جو فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے تلامذہ کی تعداد ۷۰ ہزار تھی۔

---

[1] مقدمہ فتح الباری [2] مقدمہ فتح الباری [3] ایضاً [4] ارشاد الساری ص ۳۳۔

امام مسلمؒ: (۲۰۲-۲۶۱ھ)۔ صحیح مسلم کے مؤلف
امام ترمذیؒ: (۲۰۹-۲۷۹ھ) صاحب جامع ترمذی
امام نسائیؒ: (۲۱۵-۳۰۳ھ) سنن نسائی کے مؤلف
امام دارمیؒ: (۱۸۱-۲۵۵ھ) سنن دارمی کے مؤلف
امام صالحؒ بن محمد جزرہ (۲۰۵-۲۹۲ھ)۔ ان کے متعلق امام دارقطنیؒ (۳۰۶-۳۸۵ھ) فرماتے ہیں: کَانَ ثِقَۃً عَارِفًا [1]
امام محمد بن نصر مروزی (۲۰۲-۲۹۴ھ) کتاب قیام اللیل کے مؤلف)
امام ابوحاتم رازیؒ (۱۹۰-۲۵۷ھ) صاحبِ علم وفضل محدث
امام ابن خزیمہؒ: (۲۲۹-۳۱۱ھ) صاحب الفقہ والحدیث
امام ابوعبداللہ حسینؒ بن اسماعیل المحاملی (۲۳۶-۳۳۰ھ) ان کے متعلق صاحب انساب السمعانی لکھتے ہیں: "کَانَ فَاضِلاً صَادِقًا دِیْنًا ثِقَۃً صُدُوْقًا [2]
امام ابوبکر بن ابی عاصم الحافظ الکبیر (۲۰۱-۲۸۷ھ) ظاہری المذہب تھے۔

غیر معمولی قوتِ حافظہ:

یوں تو ہمارے قدماء کا حافظہ اس لیے زیادہ قوی تھا کہ اس وقت کتابیں اس فراوانی سے نہیں ملتی تھیں جس قدر آج کل ملتی ہیں، اور اس وقت زیادہ تر یادداشت ہی پر تکیہ کرنا پڑتا تھا، لیکن امام بخاریؒ سے اللہ تعالیٰ نے چونکہ تبلیغِ حدیث کی غیر معمولی خدمات لینا تھی، اس لیے ان کو ایسی حیرت انگیز قوتِ حافظہ عطا فرمائی تھی کہ ان کا سینہ لاکھوں حدیثوں کا نشیمن بنا۔

امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ:

"مجھے ایک لاکھ حدیث صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں اور جامع صحیح کو میں نے چھ لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے۔" [3]

یہاں آپ کے حافظہ کی صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حامد بن اسماعیل ان کے ہمعصر بیان کرتے ہیں، میں ایک مدت تک دیکھتا رہا کہ آپ برابر اساتذہ کے ہاں جاتے ہیں، احادیث سنتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، مگر قلمبند نہیں کرتے حالانکہ

---

[1] سیرۃ البخاری ص ۴۴۰ [2] ایضاً ۴۴۶ [3] مقدمہ ارشاد الساری ص ۲۹۔

میں خود اور ان کے تمام ہم سبق اساتذہ سے جو کچھ سنتے، لکھتے چلے جاتے۔ ایک دن مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے قدرے فہمائش کے انداز میں کہہ ڈالا کہ "صاحب اس زحمتِ سفر سے کیا فائدہ؟ تم حدیث ایک کان سے سنتے ہو اور دوسرے کان سے نکال دیتے ہو۔ جب تک اس ذخیرہ کو ضبطِ تحریر میں نہ لاؤ گے، تمہارا یہ اساتذہ کے پاس آنا جانا بے سود ٹھہرے گا۔" امام بخاریؒ نے اس پر کوئی توجہ نہ فرمائی۔ دو تین ہفتے کے بعد یہ فرمایا، آؤ آج تمہاری تحریرات اور اپنے حافظہ کا جائزہ لیتا ہوں۔" میں اس وقت ۵ ہزار احادیث احاطۂ تحریر میں لا چکا تھا امام بخاریؒ نے وہ سب احادیث بلا کم و کاست سنا دیں، میں حیران و ششدر رہ گیا۔ اور صرف یہی نہیں، میں نے کئی احادیث کی تصحیح بھی کی۔

دوسرا واقعہ اس سے بھی عجیب و غریب ہے:

آپ جب بغداد تشریف لائے۔ یہاں ان دنوں علمِ حدیث کا بہت چرچا تھا۔ وہاں کے علمائے کرام اور محدثین عظام نے ان کا امتحان لینے کی ٹھانی۔ چنانچہ ایک سو احادیث کے متون اور اسانید کو اُلٹ پھیر کر دس آدمیوں کے حوالے کیا کہ ہر شخص ان میں سے دس دس احادیث امام صاحب کے سامنے پیش کرے۔ یہ سو احادیث امام صاحب کے سامنے پیش کی گئیں اور آپ ہر حدیث پر فرماتے: "لا ادری" "میں نہیں جانتا"۔ جب سب لوگ احادیث سنا چکے تو امام صاحب نے ہر حدیث کو اصلی سند اور متن کے ساتھ ملحق کر کے ترتیب وار سنا دیا۔ لوگ سن کر دنگ رہ گئے اور ان کو آپ کے علم و فضل کا لوہا ماننا پڑا۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

"تعجب اس پر نہیں کہ صحیح و غلط میں امتیاز کر دیا۔ کمال یہ ہے کہ ان لوگوں نے جس ترتیب سے روایات کو غلط شکل میں پیش کیا تھا، اس کو بھی بیان کر دیا۔" [۱]

امام بخاریؒ کا زہد و تقویٰ:

امام صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی دولت بھی عطا فرمائی تھی۔ والد ماجد نے ترکہ میں کافی جائداد چھوڑی تھی، مگر سب آمدنی محتاجوں اور غریبوں میں تقسیم فرما دیتے۔ خود کھانے پینے کا یہ حال تھا کہ نانِ خشک اور آبِ خنک ــــ تکلفات سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔

[۱] مقدمہ فتح الباری (ص ۲، ۵)

امام صاحب ایک مرتبہ بیمار ہوئے - ان کا قارورہ اطبا، کو دکھایا گیا تو انہوں نے کہا، معلوم ہوتا ہے، یہ سالن استعمال نہیں کرتے - امام صاحب نے فرمایا کہ ۴۰ سال سے سالن استعمال کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔[1] حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ نماز میں خشوع اتنا ہوتا کہ بھڑ کے بار بار کاٹنے سے بھی یکسوئی قائم رہتی۔[2]

ایک دفعہ امیر بخارا نے درخواست کی کہ مجھے اپنی جامع صحیح بخاری میرے مکان پر آکر پڑھایا کیجیے۔ آپ نے فرمایا "میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کی یوں توہین نہ کروں گا۔ آپ میرے مکان پر یا مسجد میں تشریف لائیں، میری خدمات حاضر ہیں۔

مزاج میں بڑی احتیاط تھی، غیبت سے ہمیشہ کنارہ کش رہے، فرماتے تھے:

"مَا اِغْتَبْتُ مُنْذُ عَلِمْتُ اَنَّ الْغِیْبَۃَ حَرَامٌ۔"

یعنی "جب سے مجھے علم ہوا ہے کہ غیبت کرنی حرام ہے۔ اس وقت سے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔"

فرماتے ہیں:

"مجھے توقع ہے کہ میرے اعمال نامہ میں ایک گناہ بالکل نہیں ہوگا، اور وہ غیبت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ میرا اس بارے میں محاسبہ نہیں فرمائے گا۔[3]

امام بخاریؒ کے بارے میں ان کے شیوخ اور معاصرین کا اعتراف:

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کی مدح میں اگر متاخرین کے اقوال نقل کرنے شروع کروں تو کاغذ اور روشنائی ختم ہو جائے۔

"فَذَالِکَ بَحْرٌ لَا سَاحِلَ لَہٗ۔"

ع "سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے۔"

ان کے شیوخ و معاصرین سب ان کے علمی کمالات کے معترف تھے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

"اسانید و علل میں امام بخاری سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہیں پایا۔"

امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ شہادت دی:

---

[1] سیرت البخاری ص ۷، [2] مقدمہ فتح الباری [3] الطبقات الکبریٰ و مقدمہ فتح الباری۔

"اَشْهَدُ اَنَّهٗ لَيْسَ فِي الدُّنْيَا مِثْلُكَ" [1]

امام ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں:

"اس آسمان کے نیچے امام بخاریؒ سے بڑھ کر میں نے کسی کو عالم حدیث نہیں دیکھا" [2]

علامہ ابن عابدین شامی، صاحب ردالمختار شارح درالمختار فرماتے ہیں:

"اَلْاِمَامُ الْبُخَارِيُّ مُعْجِزَةٌ لِلرَّسُوْلِ الْبَشِيْرِ وَالنَّذِيْرِ حَيْثُ وُجِدَ فِي اُمَّتِهٖ مِثْلُ هٰذَا الْفَرْدِ الْعَدِيْمِ النَّظِيْرِ مَنْ كَانَ وُجُوْدُهٗ مِنَ النِّعَمِ الْكُبْرٰى عَلَى الْعَالَمِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحَدِيْثِ اَحَدُ سَلَاطِيْنِ الْاِسْلَامِ الْاِمَامُ الْمُجْتَهِدُ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ اسماعيل البخاري بن ابراهيم بن مغيرہ بن بردزبه الجعفي مولاهم اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسُلْطَانُ الْمُحَدِّثِيْنَ الْحَافِظُ الشَّهِيْرُ وَالنَّاقِدُ الْبَصِيْرُ- وَقَدْ اَجْمَعَ الثِّقَاتُ عَلٰى حِفْظِهٖ وَاِتْقَانِهٖ وَجَلَالَةِ قَدْرِهٖ وَتَمْيِيْزِهٖ عَمَائِدُ مِنْ اَهْلِ عَصْرٍ" [3]

یعنی "امام بخاری آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں کہ حضرتؐ کی امت میں ایسا بے نظیر شخص پایا گیا ہے جس کا وجود ایک نعمتِ کبریٰ ہے، جو امیرالمومنین فی الحدیث ہیں، سلطان المحدثین ہیں، امام ہیں، مجتہد ہیں اور ناقدِ بصیر ہیں"

آگے چل کر علامہ شامی لکھتے ہیں:

"امام بخاریؒ کی جلالتِ قدر پر، حفظ پر، اتقان پر، تمام دنیا کے ثقہ لوگوں نے اتفاق کیا ہے"

مولانا شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ حنفی (م ۱۰۷۳ھ) لکھتے ہیں:

"وے (امام بخاری) در زمانِ خود در حفظِ احادیث و اتقان آں و فہم معانی کتاب و سنت و حدتِ ذہن و جودتِ قریحہ و وفور فقہ و کمالِ زہد و غایتِ ورع و کثرتِ اطلاع بر طرق حدیث و علل آں و دقتِ نظر و قوتِ اجتہاد و استنباطِ فروع از اصول نظیرے نداشت" [4]

[1] مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۵، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۵۲

[2] عقود فی مسند العوالی بحوالہ سیرۃ البخاری ص ۱۳۴ [3] تیسیر القاری شرح فارسی بخاری

حقیقت یہ ہے کہ متاخرین علماء کے اقوال سے امام المحدثین کے تبحر علمی، وسعت معلومات، ذکاوت، قوتِ اجتہاد، ذہانت، قوتِ حافظہ پر روشنی ڈالنا بالا شبہ آفتاب کو مشعل دکھانا ہے۔

ابو حاتم بن منصور فرماتے ہیں :

"امام بخاریؒ بوجہ علمی بصیرت اور عبور کے خدا کی ایک نشانی ہیں"۔[1]

امام بخاریؒ کا مسلک :

امام صاحب کے مسلک کے بارے میں علمائے کرام میں اختلاف ہے، کبار محدثین کرام کے ساتھ ہمیشہ یہ معاملہ رہا کہ مختلف مسلک والوں نے ان کو اپنے اپنے مسلک کا پیرو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

امام تقی الدین السبکیؒ نے ان کو شافعی لکھا ہے[2]

نواب سید صدیق حسن خاں مرحوم نے بھی ان کو شافعی مسلک کا پیرو کہا ہے[3]

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری کے مباحثِ فقہیہ کا غالب حصہ امام شافعیؒ کے مسلک سے ماخوذ ہے[4]

علامہ ابن القیم الجوزیؒ نے لکھا ہے، میری تحقیق یہ ہے کہ امام بخاریؒ حنبلی تھے[5]

علامہ طاہر جزائری کی نظر میں امام بخاری مجتہد مطلق تھے[6]

علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے بھی امام صاحب کو مجتہد مطلق لکھا ہے[7]

وفات :

خالد بن احمد ذہلی حاکم بخارا کی خواہش تھی کہ آپ جامع الصحیح اور تاریخ کبیر کا درس اس کے بچوں کو اس کے گھر آ کر دیا کریں، آپ نے اس درخواست کو نامنظور کیا اور فرمایا "آپ اپنے بچوں کو مسجد میں جہاں میں درس دیتا ہوں بھیجا کریں"۔ حاکمِ بخارا نے اس میں اس ترمیم کی خواہش کا اظہار کیا کہ آپ جس وقت میرے بچوں کو درس دیں اس وقت دوسرے طلباء وہاں موجود نہ ہوں، حضرت امام نے اس تخصیص کو بھی نامنظور فرمایا تو حاکمِ بخارا نے اس کو اپنی توہین سمجھا اور

[1] سیرت البخاری ص ۱۳۰ [2] طبقات الشافعیہ [3] ابجد العلوم ص ۸۱۰ [4] فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۳ [5] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۲۶ [6] توجیہ النظر ص ۱۸۵ [7] فیض الباری ج ۱ ص ۵۸۔

آپ کے خلاف ہو گیا۔ حکومت کے زور پر تو وُہ آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکا اس لیے کہ آپ کی جلالتِ قدر و عظمت اس قدر تھی کہ اگر وُہ آپ کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا تو ملک میں انتشار کا خطرہ لاحق ہو جاتا، اس لیے اس نے چند ایک اشخاص کو اس کام پر مامور کیا کہ آپ امام صاحب پر کوئی ایسا الزام لگائیں جس سے عوام کے قلوب پر خاص اثر پڑے اور آپ کے تبحرِ علمی اور تقدس کا سکہ جو تمام مسلمانوں کے قلوب پر جما ہُوا ہے۔ اس الزام کے ذریعہ مسلمانوں کے قلوب کو آپ سے پھیر دیں۔

چنانچہ اس گروہ نے حضرت امام المحدثین پر یہ تہمت لگائی کہ آپ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں۔ اس غلط الزام کی بہت تشہیر کی گئی، اس سے ملک میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا حاکمِ بخارا کو موقع ہاتھ آگیا اور آپ کو شہر چھوڑنے کا حکم دے دیا چنانچہ آپ نے شہر سے نکلتے وقت یہ دُعاء فرمائی:

"اَللّٰھُمَّ اَرِھِمْ مَا قَصَدُوْنِیْ بِہٖ فِیْ اَنْفُسِہِمْ وَاَوْلَادِھِمْ"! [1]

"بارِ خدایا جس بات کا مجھ پر ان لوگوں نے ارادہ کیا، تو وہی بات ان کو انہیں کی ذات اور اولاد میں دکھا"

چند روز بعد اس کا یہ اثر ہوا کہ حاکم بخارا خالد بن احمد کو معزول کر دیا گیا اور گدھے پر سوار کر کے اس کی تشہیر کی گئی، اس کے بعد اس کو قید کر کے جیل میں ڈال دیا گیا اور وُہ لوگ جو اس کام میں ملوث پائے گئے، کسی نہ کسی آفت میں مبتلا ہوئے۔

بخارا سے نکل کر حضرت امام سمرقند پہنچے اور آپ نے وہاں قیام کا ارادہ فرمایا، مگر سمرقند کے لوگوں میں اس سلسلہ میں اختلاف پیدا ہو گیا تو امام صاحب نے سمرقند کو بھی چھوڑ دیا اور اپنے ننھیال خرتنگ چلے گئے جو بخارا سے تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ وہاں آپ نے رمضان کا مہینہ گزارا۔ شوال میں آپ سمرقند جا رہے تھے کہ راستہ میں پیامِ اجل آگیا اور ۲۵۶ھ میں ۶۲ سال کی عمر میں حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ آفتابِ جہانتاب غروب ہو گیا۔ [2]

انا للہ وانا الیہ راجعون!

ایک شاعر نے دلچسپ اختصار کے ساتھ امام صاحب کے سالِ ولادت، سالِ وفات

---

[1] سیرۃ البخاری ص ۱۱۲۔ مقدمہ فتح الباری ۴۹۴ و تذکرۃ الحفاظ